خطبہ جمعہ

خدا کی بادشاہی ایسی ہے کہ وہ ایک دم میں تمام مخلوق کو فنا کر کے اَور مخلوق پیدا کر سکتا ہے۔

سو سال پہلے کی تاریخ حیرت انگیز رنگ میں اس دور میں دہرائی جا رہی ہے

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مہمانوں کو اہم نصائح

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۴؍ اگست ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۴؍ ظہور ۱۳۸۰ ہجری شمسی بمقام منہائم (جرمنی)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

یہ جو سلسلۂ خطبات ہے یہ خدا تعالیٰ کی صفت مالکیت کے تعلق میں ہے اور لفظ ملک کے جو مختلف Derivative ہیں ان کے جو مختلف استعمالات قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں وہ اس خطبہ کا بھی موضوع ہیں، اس سے پہلے خطبہ کا بھی موضوع تھے۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ نمبر ۱۰۸ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ وَمَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَانَصِيْرٍ﴾ کیا تو نہیں جانتا کہ وہ اللہ ہے جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے؟ اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی سرپرست اور مددگار نہیں۔ (سورۃ البقرہ: ۱۰۸)

اس ضمن میں ایک حدیث ہے حضرت ابی مسعودؓ سے مروی ہے۔ حضرت ابو مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے گفتگو شروع کی تو اس کے شانے کانپنے لگے۔ آنحضرتؐ نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔ مَیں کوئی بادشاہ نہیں۔ مَیں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ (سنن ابن ماجه كتاب الاطعمة باب القديد)

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی انکساری کی شان ہے۔ حقیقت میں آپ صرف اللہ ہی کو بادشاہ سمجھتے تھے اور آپؐ کے سامنے جو ڈرتا یا خوف کھاتا تھا اس کو تسلی دیا کرتے تھے کہ مالک ایک ہی ہے اور بادشاہ وہی ہے۔

ایک حدیث اسی تعلق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آنحضرت ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان (باریاں) تقسیم کیا کرتے تھے اور (اُن میں) عدل فرماتے اور یہ دعا بھی کرتے: اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس چیز میں جس کا مَیں مالک ہوں"۔ یعنی ظاہری طور پر جو بھی عدل کا تعلق ہے وہ مَیں بہر حال روا رکھتا ہوں۔ باریاں مقرر ہیں، ہر ایک کو برابر حصہ دیتا ہوں۔ یہ تو وہ چیز ہے جس کا مَیں مالک ہوں۔ لیکن "جس چیز کا مَیں مالک نہیں بلکہ تُو مالک ہے اُس بارہ میں مجھے ملامت نہ کرنا"۔ (ترمذی كتاب الادب)

اب اس سے مراد یہ ہے کہ دل کا تعلق جہاں تک ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ دل کو چاہے جس کی طرف زیادہ پھیر دے جس کی طرف چاہے کم پھیر دے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ مَیں اگر کسی سے طبعی اور زیادہ محبت کرتا ہوں تو اس میں میرا قصور کوئی نہیں۔ مَیں تو تیرا ادنیٰ چاکر ہوں اور تیرے ہاتھ میں میرا دل بھی ہے جس طرح سب دنیا کے دل ہیں۔ لیکن ظاہری انصاف کا جہاں تک تعلق ہے وہ مَیں ہر طرح سے پورا کرتا ہوں۔

اسی تعلق میں ایک حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر دیتے تو یہ ذکر کرتے: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہی بادشاہ ہے، وہی مستحق حمد و ثنا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے اللہ! جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روکے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ کسی مالدار اور طاقتور کو اس کا مال اور اس کی طاقت تجھ سے نہیں بچا سکیں گے اور نہ ہی کوئی فائدہ دے سکیں گے"۔

(مسلم كتاب الصلوٰة باب استحباب الذكر بعد الصلوٰة)

اب ایک اور آیت کریمہ ہے سورۃ المائدہ کی ۴۱ویں آیت ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہی ہے جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اس ضمن میں ایک حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مَیں دوزخیوں میں سب سے آخر پر دوزخ سے نکلنے والے کو جانتا ہوں"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا نظارہ دکھایا ہے۔ "نیز اہل جنت میں سے سب سے آخر پر جنت میں داخل ہونے والے کو بھی جانتا ہوں"۔ یہ دونوں ایک ہی چیز کے دو رُخ ہیں۔ جو دوزخ میں سب سے آخر پر نکلے گا وہی جنت میں سب سے آخر پر داخل ہوگا۔ پس جب وہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا، جب وہ دوزخ سے نکلے گا تو رینگتے ہوئے نکلے گا۔ جب وہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا تو اُسے خیال پیدا ہوگا کہ وہ بھر چکی ہے۔ پھر وہ واپس لوٹ جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اے میرے ربّ! میں نے اُسے بھری ہوئی پایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے فرمائے گا کہ جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ پھر وہ جنت کی طرف جائے گا اور خیال کرے گا کہ وہ بھر چکی ہے۔ پھر واپس لوٹ کر عرض کرے گا کہ اے میرے ربّ! مَیں نے تو اُسے بھرا ہوا پایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو فرمائے گا کہ جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ تجھے دنیا کے برابر نیز اس سے دس گنا مزید دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یا حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تجھے دنیا سے دس گنا بڑھ کر دیا جاتا ہے۔ تب وہ شخص کہے گا کہ اے اللہ! تُو مالک الملک ہے، میرا مذاق تو نہ اُڑا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) مَیں نے دیکھا کہ اس پر آنحضرت ﷺ بھی ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا: پھر کہا جائے گا کہ یہ شخص اہل جنت میں سے سب سے کم درجہ پر ہے۔ کیونکہ سب سے آخر پر داخل ہوا ہے۔

(مسلم، كتاب الايمان)

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام الحکم ۳۱؍ اگست کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

"دنیا کی گورنمنٹ کبھی اس امر کا ٹھیکہ نہیں لے سکتی کہ ہر ایک بی اے پاس کرنے والے کو ضرور نوکری دے گی۔ مگر خدا تعالیٰ کی گورنمنٹ کامل گورنمنٹ اور لاانتہا خزائن کی مالک ہے، اُس کے حضور کوئی کمی نہیں۔ کوئی عمل کرنے والا ہو وہ سب کو فائز المرام کرتا ہے اور نیکیوں اور حسنات کے مقابلہ میں بعض ضعفوں اور سقموں کی پردہ پوشی بھی فرماتا ہے"۔ (الحکم۔ ۳۱؍ اگست ۱۹۰۱ء)

مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نوکری کرو گے تو اس کے ہاں جو بھی تم درجہ پاؤ گے مثلاً اس دنیا میں بی۔اے، ایم۔اے وغیرہ ہوتے ہیں خدا کے حضور تم جو بھی ڈگری پاؤ گے اس کے بعد نوکری کی فکر نہیں رہے گی۔ تم اسی مقام پر اللہ کے نوکر رکھ لئے جاؤ گے۔

ایک سورۃ الاعراف کی ۱۵۹ویں آیت ہے ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَاالنَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ۔(سورة الاعراف:

۱۵۹)

تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمّی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اُسی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

"لوگوں کو کہہ دے کہ مَیں خدا کی طرف سے تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ وہ خدا جو بلا شرکت الغیر آسمان اور زمین کا مالک ہے، جس کے سوا اور کوئی خدا اور قابل پرستش نہیں۔ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس اس خدا پر اور اس کے رسول پر جو نبی اُمّی ہے ایمان لاؤ۔ وہ نبی جو اللہ اور اس کے کلموں پر ایمان لاتا ہے اور تم اس کی پیروی کرو تا تم ہدایت پاؤ۔"

(براہین احمدیہ۔ حصہ چہارم۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۶۶، ۵۶۷)

اسی تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"جو مختلف قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا، سوچو تو سہی کس قدر کامل اور زبردست قویٰ کا مالک ہوگا"۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تمام قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے ہیں جو اوّل و آخر تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ہیں جن میں سے مشرق بھی ہے اور مغرب بھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر یہ ذمہ داری بے انتہا تھی اور اسی ذمہ داری کے متعلق قرآن کریم اشارہ کرتا ہے کہ ﴿اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ اس ذمہ داری نے تیری کمر توڑ دی ہے۔ اتنا بوجھ تُو نے اٹھا لیا اپنے سر پر۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کامل قویٰ کا مالک تھا۔"...... رسول اللہ ﷺ اور آپ کی جماعت کی طرف غور کرو تو پھر کیسا روشن طور پر معلوم ہوگا کہ آپ ہی اس قابل تھے کہ محمدؐ نام سے موسوم ہوتے اور اس دعویٰ کو جیسا کہ زبان سے کیا گیا تھا کہ ﴿اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ اپنے عمل سے بھی کر کے دکھاتے۔ چنانچہ وہ وقت آگیا کہ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾۔ اس میں اس امر کی طرف صریح اشارہ ہے کہ آپ اس وقت دنیا میں آئے جب دین اللہ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا اور عالمگیر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور گئے اس وقت کہ جبکہ اس نظارہ کو دیکھ لیا کہ ﴿يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾"۔

(الحکم جلد ۵۔ بتاریخ ۱۷/جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۳)

تو انشاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قدموں کی برکت سے آپ بھی اس جلسہ کے اختتام پر یہی نظارہ ایک دفعہ پھر دیکھیں گے کہ ﴿يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ گویا فوج در فوج لوگ دین اللہ یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہو رہے ہوں گے۔

ایک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس ہے:-

"آنحضرت ﷺ کے ظہور کے وقت تبلیغ عام کا دروازہ کھل گیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے بعد نزول اس آیت کے کہ ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی طرف دعوتِ اسلام کے خط لکھے تھے، کسی اور نبی نے غیر قوموں کے بادشاہوں کی طرف دعوتِ دین کے ہرگز خط نہیں لکھے کیونکہ وہ دوسری قوموں کی دعوت کے لئے مامور نہ تھے۔ یہ عام دعوت کی تحریک آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے ہی شروع ہوئی"۔ (چشمۂ معرفت۔ صفحہ ۶۸، ۶۹)

تو یہ دیکھ لیں کہ یہ ایسی کامل دلیل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سب دنیا کو مخاطب کرنے کی کہ اس زمانہ میں مشرقی حکومتوں کے سربراہوں کو بھی آپ نے خط لکھے اور روم کے بادشاہ کو جو مغرب کا حاکم تھا اس کو بھی خط لکھے اور دنیا میں کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں جس نے دنیا کے بادشاہوں کو مخاطب کر کے خط لکھے ہوں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی خاص شان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو وہ خط لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ خط بالکل سادہ تھے۔ بسم اللہ سے شروع ہوتے تھے اور سادہ سی دعوت عام تھی کہ قبول کر لو۔ "اَسْلِمُوْا تُسْلَمُوْا" تم اسلام قبول کر لو تمہیں بھی سلامتی عطا کی جائے گی۔ تو ان چھوٹے سے تھوڑے سے لفظوں میں بے انتہا رعب تھا۔ یہاں تک کہ ایک بادشاہ نے جب یہ خط دیکھا تو اس کو چوما اور تخت سے نیچے اتر آیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تھوڑے الفاظ میں بھی بہت رعب تھا اور صداقت کی بات ہوتی تھی جو دل سے نکلتی تھی اور دل پر اثر کرتی تھی"۔

اب سورۃ التوبہ کی ۱۱۶ویں آیت ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾۔ یقیناً اللہ ہی ہے جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

ایک اور آیت ہے سورۃ بنی اسرائیل کی ۱۱۲ویں۔ ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾۔ اور کہہ کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے کبھی کوئی بیٹا اختیار نہیں کیا اور جس کی بادشاہت میں کبھی کوئی شریک نہیں ہوا اور کبھی اُسے ایسے ساتھی کی ضرورت نہیں پڑی جو گویا کمزوری کی حالت میں اُس کا مددگار بنتا۔

اب یہ کمزوری کی حالت میں اس کا مددگار بنتا، اس کا معنی یہ ہے کہ بعض دفعہ انسان دوست بناتا ہے اس لئے کہ مشکل وقت میں وہ کام آئے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ جب دوست بناتا ہے تو اس لئے کہ کسی دوسرے کی جس کو دوست بناتا ہے اس کے مشکل وقت میں اس کے کام آئے۔ تو گویا اس کا دوست بنانا کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ جس شخص کو دوست بناتا ہے اس کی کمزوری کے پیش نظر اس کا خیال رکھتا ہے اور اس کا ولی بن جاتا ہے۔ اس کے بعد آخر پر ہے "اور تُو بڑے زور سے اُس کی بڑائی بیان کیا کر"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اُس کا کوئی بیٹا نہیں اور اس کے ملک میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور ایسا کوئی اس کا دوست نہیں جو درماندہ ہو کر اُس نے اس کی طرف التجا کی"۔ (ست بچن صفحہ ۸۹)۔ اب یہی بات جو مَیں بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی دوست نہیں پکڑا کہ اللہ تعالیٰ، نعوذ باللہ، خود درماندہ ہو کر اس کی مدد چاہے بلکہ وہ جب درماندہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ولایت کی تشریح کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:-

"خدا کی ولایت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اس کو کوئی ایسی احتیاج ہے جیسے ایک انسان کو دوست کی ہوتی ہے یا تھڑ کر کسی کو اپنا دوست بنالیتا ہے۔ بلکہ اس کے معنے (ہیں) فضل اور عنایت سے خدا تعالیٰ کسی کو اپنا بنالیتا ہے اور اس سے اس شخص کو فائدہ پہنچتا ہے نہ کہ خدا کو"۔

(البدر۔ جلد ۳ نمبر ۱۱۔ بتاریخ ۱۶/مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳)

دو آیات کریمہ سورۃ الفرقان سے لی گئی ہیں ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ (سورۃ الفرقان آیات ۲، ۳)

بس ایک وہی برکت والا ثابت ہوا جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ سب جہانوں کے لئے ڈرانے والا بنے۔ وہی جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے کوئی بیٹا نہیں اپنایا اور نہ بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اسے ایک بہت عمدہ اندازے کے مطابق ڈھالا۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾۔ یعنی اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ سب کا خالق ہے اور اس کے خالق ہونے پر یہ دلیل واضح ہے کہ ہر ایک چیز کو ایک اندازہ مقرری پر پیدا کیا ہے کہ جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی بلکہ اس اندازہ میں محصور اور محدود ہے"۔ (پرانی تحریریں۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۸)

پس ہر چیز کی ایک ایسی ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ والی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ ہر چیز کی ایک حد وسعت ہے۔ اس وسعت سے وہ آگے بڑھ نہیں سکتا اور جو کسی کو پابند کرتا ہے لازماً اس

کی پابندی، پابند کرنے والے کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہے۔ کسی نے پابند کیا ہے تو اس کو پابند ہونا پڑا۔
اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

"یعنی زمین و آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے سب خدا تعالیٰ کی ملکیت ہے کیونکہ وہ سب چیزیں اُسی نے پیدا کی ہیں۔ اور پھر ہر ایک مخلوق کی طاقت اور کام کی ایک حد مقرر کر دی ہے تا محدود چیزیں ایک محدِّد پر دلالت کریں"۔ جو حد لگاتا ہے اس پر جس پر حد لگتی ہے وہ دلیل بن جاتا ہے کہ مجھ پر کوئی حد لگانے والا ہے۔ تو ہر چیز کی ایک حد مقرر کر دی ہے۔ "تا محدود چیزیں ایک محدِّد پر دلالت کریں جو خدا تعالیٰ ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ جیسا کہ اجسام اپنے اپنے حدود میں مقید ہیں اور اس حد سے باہر نہیں ہو سکتے، اسی طرح ارواح بھی مقید ہیں اور اپنی مقررہ طاقتوں سے زیادہ کوئی طاقت پیدا نہیں کر سکتے"۔
(چشمۂ معرفت۔ صفحہ ۹)

اب سورۃ الحشر کی ایک آیت ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾
(سورۃ الحشر: ۲۴)

وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ کامل غلبہ والا ہے۔ ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

"وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں۔ اگر مثلاً تمام رعیت جلاوطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جاوے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی"۔ ایسا بادشاہ کس پر حکومت کرے گا۔ "یا اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے"۔ پس دنیا کے بادشاہوں سے اسی قسم کے سوال ہوتے ہیں۔ آج کل بھی پاکستان میں جو حکومت کے مخالف ہیں وہ یہی سوال کر رہے ہیں کہ مشرف صاحب! آپ میں ہم سے زیادہ کیا بات ہے۔ آپ اس قابل نہیں کہ ہمیشہ کے لئے صدر بنیں۔ ہم بھی تو قابلیت رکھتے ہیں۔ تو یہ سوال بھی بادشاہوں سے ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے۔ وہ ایک دم میں تمام ملک فنا کر کے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۳)

اب یہ جو بات ہے 'اور مخلوق پیدا کر سکتا ہے' یہ بھی بہت گہری حکمت کی بات ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے اور کئی دفعہ موجود ہے کہ اگر اللہ چاہے تو اے خلقِ خدا تم سب کی صف لپیٹ دے اور تمہاری جگہ ایک نئی مخلوق لے آئے جو پھر تم سے بہتر ثابت ہوگی۔ اور ایک جگہ تو فرمایا ہے اگر ایسا ہو تو ایسا ہو سکتا ہے لیکن دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ایسا ہوگا اور جب اللہ چاہے گا وہ تم لوگوں کی صف لپیٹ دے گا اور ایک تم سے بہتر مخلوق دنیا میں لے آئے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام کلام قرآنی آیات کی تفسیر میں ہے اور قرآنی آیات کے عین مطابق ہے۔

ایک سورۃ الجمعہ کی آیت ہے جو جماعت احمدیہ میں بارہا تلاوت کی جاتی ہے ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (سورۃ الجمعہ: ۲)

اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے، قدوس ہے، کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"زمین کے پات پات اور ذرّہ ذرّہ کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے کہ ہر ایک چیز اُس کی اطاعت کر رہی ہے، ایک پتہ بھی بجز اُس کے امر کے گر نہیں سکتا اور بجز اُس کے حکم کے نہ کوئی دوا شفا دے سکتی ہے اور نہ کوئی غذا موافق ہو سکتی ہے"۔ اب یہ جو سوال ہے کہ ایک پتہ بھی بغیر اس کے حکم سے گر نہیں سکتا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر پتہ کو گرنے کا حکم ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر پتہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کے تابع ہے اور اس کے اندر جو بھی کمزوری پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ آخر گر جاتا ہے وہ ایک قانون قدرت کے تابع ہے جس کو وہ ٹال نہیں سکتا۔ پس ہر پتہ اسی کے حکم کے مطابق یا اس کی اجازت کے ساتھ گرتا ہے، اسی کے قانون کے تابع ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

کوئی دوا شفا نہیں دے سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو۔ کوئی غذا موافق نہیں ہو سکتی جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو۔ اب دیکھیں کتنی اچھی سے اچھی غذائیں ہیں بعض لوگوں کو موافق ہی نہیں آتیں۔ بعض لوگ بے حد امیر اور اعلیٰ سے اعلیٰ غذاؤں کو خرید کر استعمال کرنے کی طاقت رکھتے ہیں مگر معدہ ہی اجازت نہیں دیتا۔ صرف دہی پر یا اُبلے ہوئے چاولوں پر گزارہ کر لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس کی تخلیق میں سے جتنی بھی کھانے کی چیزیں ہیں جب تک اذن نہ ہو اس وقت تک کوئی شخص ان سے پورا استفادہ نہیں کر سکتا اور ان کا لطف نہیں اٹھا سکتا، اپنے زور سے نہیں کر سکتا۔ ایک آدمی بیمار ہو جائے تو وہ انگور جو لوگوں کے لئے بہت نعمت سمجھے جاتے ہیں وہ اس کی متلی کا موجب بن جاتے ہیں۔ وہ برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ انگور کا نام تک لو تو اس کو گھبراہٹ شروع ہو جاتی ہے۔ تو یہ سب خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ اس کے اذن اور حکم کے بغیر اس کی پیدا کردہ غذائیں اپنی ساری لذتیں کھو دیتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔ اور ساری لذتیں بحال ہو جاتی ہیں جب اللہ کا اذن ہو۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "پہاڑوں اور زمین کا ذرّہ ذرّہ اور دریاؤں اور سمندروں کا قطرہ قطرہ اور درختوں اور بوٹیوں کا پات پات اور ہر یک جز اُن کا اور انسان اور حیوانات کے کُل ذرّات خدا کو پہچانتے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اُس کی تحمید و تقدیس میں مشغول ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾"۔
(کشتی نوح۔ صفحہ ۲۹)

اب یہاں قابل غور بات یہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کو غور سے پڑھنا چاہئے تب سمجھ آتی ہے۔ یہاں مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ نہیں فرمایا۔ وہ آیت پیش کی ہے جس میں ﴿مَا فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ہے اور "مَا" جو ہے بے جان چیزوں کے متعلق بولا جاتا ہے۔ تو ﴿مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے خواہ وہ تمہیں بے جان دکھائی دیتا ہو یا جاندار ہر صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس میں مشغول ہے۔ اگرچہ تمہیں ان کی تحمید و تقدیس کی سمجھ نہیں آتی۔

ایک سورۃ التغابن کی دوسری آیت ہے ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾۔ (سورۃ التغابن: ۲)

اللہ ہی کی تسبیح کر رہا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اُسی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی سب حمد ہے اور وہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:۔

"لوگ یا تو اس واسطے کسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں کہ وہ پاک اور مقدس ہے۔ یا اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے اگر نافرمانی کریں گے تو سزا دے گا یا اس واسطے کہ وہ ہمارا محسن ہے ہم پر انعام کرتا ہے اس لئے اس کی اطاعت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی طرف اپنی انہی تین صفتوں کا ذکر فرما کر بلاتا ہے۔ ﴿لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ...... مُلک بھی اسی کا، اور سب خوبیوں کا سرچشمہ بھی وہی اور ہر چیز پر قادر بھی وہی، وہی پیدا کرنے والا، وہی نگرانِ حال۔ پس عبادت کے لائق بھی وہی۔ اگر تم کسی کی اس لئے اطاعت کرتے ہو کہ وہ حسن رکھتا ہے۔ تو یاد رکھو تمام کائنات کے حسن کا سرچشمہ تو وہی ذاتِ بابرکات ہے۔ کوئی خوبی اگر کسی میں ہے تو اس کا پیدا کرنے والا وہی اللہ ہے۔ اسی طرح اگر تم کسی کی اس لئے اطاعت کرتے ہو کہ وہ محسن ہے تو سب محسنوں سے بڑا

محسن تو اللہ ہے جس نے تمہارے محسن کو بھی سب سامان اپنی جناب سے دیا۔ اور پھر اس سامان سے تمتع حاصل کرنے کا موقعہ اور قویٰ بھی اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔ اگر کسی کی طاعت اس لئے کرتے ہو کہ وہ بادشاہ حکمران ہے تو تم خیال کرو اللہ وہ احکم الحاکمین ہے جس کا احاطہ سلطنت اس قدر وسیع ہے کہ تم اس سے نکل کر کہیں باہر نہیں جاسکتے۔ چنانچہ فرماتا ہے: ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ (الرّحمٰن: ۳۴)۔ یہ دنیا کے حاکم تو یہ شان نہیں رکھتے۔ جب ان کی اطاعت کرتے ہو تو پھر اس احکم الحاکمین کی اطاعت تو ضروری ہے"۔ (تشحیذ الاذہان۔ جلد ۷۔ نمبر ۵۔ صفحہ ۲۲۹)

اس آیت کی تشریح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں نہیں فرمائی۔ محض اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا معنی بہت قابل غور ہے۔ مَیں پہلے بھی کئی بار بیان کر چکا ہوں کہ زمین کے احاطہ سے تو لوگ باہر جاسکتے ہیں راکٹس جاتے ہیں، چاند پر بھی پہنچے ہیں، Mars تک بھی پہنچے ہیں اور اس سے آگے بھی سفر کر رہے ہیں۔ لیکن ﴿اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نہیں جاسکتے، کلیۃً ناممکن ہے۔ ﴿اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ سلطان کہتے ہیں غالب دلیل کو۔ پس غالب دلیل کے ذریعہ، اب سائنسدان جب دور دراز کی خبریں لاتے ہیں۔ کوئی بیس ملین سال سے چلی ہوئی روشنی کی باتیں کرتے ہیں تو کسی دلیل کی بنا پر کرتے ہیں اور غالب دلیل ان کی صداقت کا اعلان کر رہی ہوتی ہے۔ پس زمین و آسمان کی بادشاہت سے ان کی حدود سے کوئی تجاوز نہیں کر سکتا مگر ایک سلطان کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں یہ الہام ہوا۔

"تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

ایک دفعہ مولوی محمد حسین بٹالوی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مناظرہ مقرر ہوا اور جو باتیں اس نے کیں وہ آپ کو ٹھیک لگیں۔ وہ قرآن و حدیث کے مطابق تھیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا اور تسلیم کر لیا اور اٹھ کر آگئے۔ محمد حسین بٹالوی کے جو مرید تھے انہوں نے شور مچا دیا کہ مرزا ہار گیا۔ اور کوئی بھی اس کی بن نہیں پڑی۔ مگر آپ چونکہ حق پرست تھے اس لئے حق بات آپ کو تسلیم کرنی پڑی اور آپ نے تسلیم کر لی۔ اتنی بات جو اس نے کہی تھی وہ ضرور سچی تھی۔ اس کے متعلق الہام ہوا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے میری خاطر ایک حق بات کو قبول کیا ہے اور لوگوں کی تضحیک کا نشانہ بنا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کی تو اب مَیں تجھے اتنی عزت دوں گا۔ "تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر فرمایا:

پھر "بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ چونکہ خالصاً خدا اور اس کے رسول کے لئے انکسار اور تذلل اختیار کیا گیا اس لئے اس محسنِ مطلق نے نہ چاہا کہ اس کو بغیر اجر کے چھوڑے۔ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۲۲ حاشیہ درحاشیہ۔ تذکرہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

ایک اور جگہ بادشاہوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مجھے اللہ جل شانہ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ بعض اُمراء اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا۔ اور مجھے اس نے فرمایا ہے کہ "مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۵۔ تذکرہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر ایک اور جگہ "تجلیات الٰہیہ" میں آپ فرماتے ہیں:

"عالم کشف میں مجھے وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور کہا گیا کہ یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جُوا اُٹھائیں گے۔ اور خدا انہیں برکت دے گا"۔

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹ حاشیہ)

اب ایک ۴؍جولائی ۱۸۹۸ء کا الہام ہے اور بہت ہی دلچسپ بات ہے کہ جب یہ الہام مَیں نے پڑھا تو میرا پرانا تجربہ یہی ہے کہ جب ۱۸۹۸ء کا الہام ہو تو ۱۹۹۸ء میں وہ ضرور پورا ہو جاتا ہے۔ یعنی سو سال کے بعد یہ تاریخ دہرائی جاتی ہے اور وہ الہام یہی ہے "مَیں تجھے برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ یہ بار بار الہام ہوا ہے اور اس موقعہ پر یہ ۴؍جولائی ۱۸۹۸ء کا ہے۔ "یہ وہ سر ہے جو مہدی اور عیسیٰ کے نام کی نسبت مجھ کو الہام الٰہی سے کھلا۔ اور پیر کا دن اور تیرھویں صفر ۱۳۱۶ھ تھا اور جولائی ۱۸۹۸ء کی چوتھی تاریخ تھی جبکہ یہ الہام ہوا"۔

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۸۔ تذکرہ صفحہ ۳۱۷۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

اب مَیں نے پتہ کیا ہے تو واقعۃً ۱۹۹۸ء کو بیس بادشاہ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں پر میرے غور سے جو بات ثابت ہوئی وہ بالکل یہی ہے کہ سو سال پہلے جو الہام ہوئے تھے پورے سو سال کے بعد وہ اسی شان سے پورے ہوئے ہیں۔ اب اس کے متعلق مَیں نے قطعی شہادت لی ہے کہ ۱۹۹۸ء کو بیس بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔

پھر ایک اور الہام ہے: "حُکْمُ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ لِخَلِیْفَۃِ اللّٰہِ السُّلْطَانِ. یُؤْتٰی لَہُ الْمُلْکُ الْعَظِیْمُ وَ تُفْتَحُ عَلٰی یَدِہِ الْخَزَائِنُ وَ تُشْرِقُ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا. ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ وَفِیْ اَعْیُنِکُمْ عَجِیْبٌ"۔

(اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۸۲، ۳۸۳۔ تذکرہ صفحہ ۳۷۳ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

اس کا ترجمہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کرتے ہیں:

"خدائے رحمان کا حکم ہے اس کے خلیفہ کے لئے جس کی آسمانی بادشاہت ہے۔ اس کو ملک عظیم دیا جائے گا اور خزانے اس کے لئے کھولے جائیں گے اور تمام زمین اپنے ربّ کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ یہ اللہ کا فضل ہے"۔

پس یہ ملک عظیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا عام ہونا ہے جو مشرق اور مغرب میں پھیل رہی ہے اور اس کے عظیم الشان نظارے انشاء اللہ اس جلسہ کے آخر پر آپ دیکھیں گے۔

ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام "آریوں کا بادشاہ" بھی ہے۔

"جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن مَیں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ "جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ "آریوں کا بادشاہ"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱۔ تذکرہ صفحہ ۳۸۱ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

۱۱؍جون ۱۹۰۶ء کا ایک الہام ہے:

"مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم ملوک اور ذوی الجبروت کرتے ہیں"۔ اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم مقبول الٰہی ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرنے والے موجود ہیں لیکن ان کی کوئی نشانی ساتھ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جس کو ذوالجبروت قرار دے، بڑے بڑے بادشاہ اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اس کی غلامی میں آنا اپنا فخر محسوس کرتے ہیں۔ پس "مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم ملوک اور ذوی الجبروت کرتے ہیں"۔ یہاں جرمنی میں بھی میرے علم کے مطابق ایک بیچارہ دماغی فتور میں مبتلا شخص ہے جو اپنے آپ کو زمانے کا مصلح سمجھتا ہے اور چار بھی اس کے مرید نہیں ہیں۔ دو چار ایجنٹ ہونگے شاید باتیں کرنے والے۔ لیکن ساری جرمنی کی جماعت گواہ ہے کہ ایک کوڑی کی بھی اس کی پرواہ کسی کو نہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعویٰ کے ثبوت میں یہاں وہ بادشاہ خدا کے فضل سے آئے ہوئے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اپنی گردن اطاعت جھکا رکھی ہے۔

پھر ہے "اور وہ سلامتی کا شہزادہ کہلاتے ہیں۔ فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے"۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۲۴ مورخہ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ تذکرہ صفحہ ۶۲۶ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

اب یہ تو ملوکیت کے متعلق آیات اور الہامات کا مَیں ذکر کر رہا تھا۔ اب مَیں کچھ مہمانوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں جو دُور دُور سے یہاں آئے ہیں۔

پہلی تو یہ ہے کہ اپنا وقت ضائع نہ کریں اور جہاں تک ہو سکے ذکر اللہ کیا کریں۔ باتیں کرنا بھی ایک مجبوری ہے لیکن باتوں سے خیال پھر ذکر اللہ کی طرف جائے اور مسجد میں بیٹھ کر تو ذکر الٰہی بہت ضروری ہے۔

نمازوں کا التزام۔ نمازوں کے علاوہ وقت میں خاموشی سے تسبیحات میں مصروف رہیں۔ اب جو پہریدار ہوں اس وقت تو نماز میں شامل نہیں ہو سکتے لیکن بہتر یہی ہے کہ ان کے لئے باجماعت نماز کا انتظام کیا جائے اور انہی میں جو اس وقت نماز نہیں پڑھ سکتے کوئی ان کا امیر بن جائے اور ان کا امام بن کر ان کی امامت کروائے۔

تقاریر بڑی محنت سے تیار کی جاتی ہیں صرف میری نہیں بلکہ سلسلہ کے دوسرے علماء بھی انشاءاللہ آپ کے سامنے تقریریں کریں گے تو آپ پوری توجہ سے اس طرح جس طرح میری تقریر سنتے ہیں ان کی تقریریں بھی سنیں اور ان کی محنت کو ضائع نہ جانے دیں۔

سلام کو رواج دیں۔ "اَفْشُو السَّلَام" رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے، آتے جاتے، چلتے پھرتے سلام کیا کریں۔ ہمارے حافظ محمد رمضان صاحب ہوتے تھے قادیان میں، ان کو بہت شوق تھا پہلے سلام کرنے کا۔ دُور سے بعض دفعہ کسی بکری، کسی بھینس کی چاپ کی آواز آئے تو فوراً السلام علیکم کہہ دیا کرتے تھے۔ تو بعد میں کسی نے ان سے پوچھا کہ حافظ صاحب یہ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے پتہ نہیں، مجھے اتنا پتہ ہے کہ جو پہلے سلام کرتا ہے اس کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو مجھے پتہ نہیں لگتا، دیکھ نہیں سکتا کہ جانور ہے یا آدمی ہے چاپ سنتا ہوں تو مَیں سلام پہلے کر دیتا ہوں۔

بڑوں سے ادب سے پیش آئیں اور چھوٹوں کا خیال رکھیں۔ عورتیں پردہ کا خیال رکھیں۔

کھانا ضائع نہ کریں بلکہ کسی بھی قابل استعمال چیز کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اپنے برتن میں اتنا ہی ڈالیں جتنا آپ کھا سکتے ہیں اور برتن خالی کر دیا کریں۔ جو برتنوں میں سے کھانا اٹھا کے پھینکا جاتا ہے یہ ایک بہت ہی بیہودہ رواج ہے۔ آپ نے جہازوں میں سفر کر کے دیکھا ہوگا کتنا کھانا وہاں ضائع جاتا ہے اور وہ سارا ڈسٹ بنز (Dust Bins) میں پھینک دیتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سمندری جہازوں میں بھی یہی دستور ہے۔ ہوائی جہازوں میں بھی یہی دستور ہے۔ اگر یورپ کا کھانا اور امریکہ کا کھانا جو پھینکا جاتا ہے غریب ملکوں میں تقسیم ہو سکتا ہو تو پورے افریقہ کے لئے ایک سال کی غذا کا موجب بن سکتا ہے۔ تو دیکھو Waste نہ جانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا کتنا بنیادی فائدہ ہے۔

لڑائی جھگڑوں سے پرہیز رکھیں۔ فضول بحثوں میں نہ الجھا کریں۔ کارکنان سے تعاون کیا کریں۔

جہاں تک حفاظت کا تعلق ہے اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ جب بھی کوئی جلسہ کا وقت قریب آنے والا ہو لوگوں کو بڑی ڈراؤنی خوابیں آتی ہیں اور مجھے لکھ لکھ کر بھیجتے ہیں کہ احتیاط کریں۔ اب میری احتیاط اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے جو حفاظت کرنے والا ہے۔ مجھے قطعاً کوئی پرواہ نہیں کہ خدا کی راہ میں مجھے کیا درپیش ہو لیکن حفاظت کے لئے ایک اصول میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ ہر جلسے پر بیان کیا کرتا ہوں کہ ہر آدمی اپنے گرد و پیش پر گہری نظر رکھے اور اگر کسی کو اجنبی دیکھے اور یہ محسوس کرے کہ اس اجنبی میں کچھ غیریت پائی جاتی ہے اس کی آنکھوں سے لگتا ہے کہ خطرہ کا موجب ہوگا اس پر نظر رکھیں۔ اس سے بہتر اور کوئی حفاظتی اقدامات نہیں ہو سکتے۔ اپنے گرد و پیش پر نظر رکھیں اور خیال رکھیں کہ کسی قسم کی شرارت نہ ہونے دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ کی اغراض میں یہ بھی فرمایا ہے کہ باہمی مودّت پیدا ہو۔ دور دور سے لوگ آتے ہیں اور آپ کے ملک میں اس وقت سب دنیا سے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے محبت اور پیار سے ملیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حکم کی اطاعت کریں۔

سفر کے متعلق بارہا مَیں کہہ چکا ہوں کہ احتیاط برتیں۔ اگر نیند غالب ہو تو سفر نہ کیا کریں۔ نوکری جانے کا بھی خطرہ ہو تو نوکری جانے دیں۔ جان نہ جانے دیں۔ اور ہمیں پھر اس کا دکھ پہنچتا ہے۔ مرنے والا تو گزر جاتا ہے لیکن پچھلوں کو اس کا دکھ پہنچتا ہے۔ اس لئے بہت سی چٹیں ایسی کاروں کے سامنے لگائی جاتی ہیں کہ جس میں احتیاط سے سفر کرنے کی تاکید ہوتی ہے۔ جو اللہ کی طرف سے تقدیر ہو اس کا تو کوئی علاج نہیں۔ کاریں پھسل بھی جاتی ہیں۔ دوسرے ڈرائیوروں کی غلطی سے بھی ٹکر لگ جاتی ہے۔ تو جہاں تک تقدیر الٰہی کا تعلق ہے اس سے تو ہرگز لڑا نہیں جا سکتا لیکن جہاں تک احتیاط کا تعلق ہے ہر احتیاط اختیار کرنا انسان کا فرض ہے۔ پھر اپنے معاملے کو تقدیر الٰہی پر چھوڑ دے۔

اس کے بعد ایک آخری نصیحت یہ کرنی چاہتا ہوں کہ جرمنی میں امسال پہلی دفعہ انٹرنیشنل جلسہ سالانہ کا انعقاد ہوا ہے اور بڑی کثرت سے بیرونی ممالک سے لوگ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان میں اکثر کے متعلق جو باہر سے تشریف لائے ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ واپس اپنے ملکوں کو جائیں گے۔ خصوصاً مغربی ممالک سے جو آئے ہوئے ہیں ان کو کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ جرمنی میں ٹھہریں۔ اور جہاں تک پاکستان سے آنے والوں کا تعلق ہے مَیں نے اپنی ملاقاتوں کے دوران ان سے دریافت کیا ہے بلا استثناء ہر ایک نے یہ کہا کہ ہم جلسہ کے بعد واپس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ جماعت کو اس بات کا احساس ہے۔ مگر اگر کسی کے دماغ میں یہ فتور ہو کہ ویزا میں نے اپنی کوشش سے حاصل کیا ہے اور میں یہاں رہ کر اسائلم لے سکتا ہوں تو یہ بالکل غلط ہے۔ ہرگز جماعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ خواہ وہ اپنی کوشش سے لیا گیا ہو یا جماعت کی گارنٹی سے لیا گیا ہو جو بھی جرمنی میں اس سال اس جلسہ پر آیا ہے اس کا لازمی فرض ہے کہ وہ جلسہ کے بعد اپنی قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے واپس اپنے ملک میں چلا جائے۔ جتنے دنوں کی اجازت ملی ہے جرمن حکومت کی طرف سے یہ حکومت کا احسان ہے اور اس احسان کی ناشکری ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ اس سے جماعت کے وقار کو اور نیک نامی کو بہت دھچکا لگتا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہونا چاہئے۔ مگر اگر خدانخواستہ فرض کریں اتفاق سے کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو اس کے لئے میرے پاس اور تو کوئی ذریعہ نہیں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ یا جرمنی سے چلے جاؤ یا جماعت سے باہر چلے جاؤ۔ اور ایسے موقعہ پر جب کہ جماعت کی ساکھ کا سوال پیدا ہوتا ہے اگر آپ جرمنی سے باہر نہیں جائیں گے تو ہمیشہ کے لئے جماعت سے باہر نکلیں گے۔ بعد میں اس کی معافیاں مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ہم ہرگز معاف نہیں کریں گے کہ آپ نے حکومت کو دھوکہ دیا اور جماعت کی ساکھ بگاڑ دی۔ اب اس مختصر خطبہ کے بعد مَیں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔